سوال

(64) مردوزن کی نمازمیں فرق

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترمہ عطیہ اسلم نے مولانا محمد عبدالمعبود کی کتاب کے چنداوراق ارسال کیے ہیں جس میں وہ مردو عورت کی نماز میں ستائیس (27) فرق کا ذکر کررہے ہیں۔

انہوں نے استفسار کیا ہے کہ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جواباً عرض ہے کہ فقہاء کی کتابیں دیکھی جائیں تو آپ کو حنفی اور شافعی طریقہ نماز میں بھی فرق نظر آئے گا لیکن ظاہر ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے جو بھی سنت کے مطابق ہوگا وہی ہر مسلمان کےلیے قابل حجت ہوگا۔ اسی طرح مردو عورت کی نماز میں جوفرق بیان کیا گیا ہے، اس کے بارے میں بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ کہاں تک سنت کے مطابق ہے، چونکہ اس ضمن میں ہمارے پاس بطور دلیل یا تو احادیث رسول ﷺ ہیں یا اقوال صحابہ اور تابعین، اس لیے چند ابتدائی اصول ملحوظ رہیں:

- اس مسئلہ میں اصل تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«صلوا كما رأيتموني أصلي»

''نماز ایسے پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔،،

ظاہر ہے اس حکم میں مردو عورت کی تخصیص نہیں ہے لیکن اگر نبی اکرم ﷺ نماز کے کسی خاص جز کے بارے میں ارشاد فرمادیں کہ عورتیں اسے دوسرے طریق سے کریں تو ہم اس کے پابند ہوں گے، جیسے نماز کی حالت میں عورت کا باپردہ ہونا یا حالتِ حیض میں نماز کا نہ پڑھنا۔

*اقوال صحابہ کہاں تک حجت ہیں؟ اس کے بارے میں مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ ہو:

1۔ وہ اقوال جنہیں خود رسول اللہ ﷺ نے درست قرار دیا۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد کسی صحابی نے کوئی فتویٰ دیا جس کی تائید حدیث سے مل گئی۔

3۔ صحابی کسی فعل کے بارے میں یہ کہے کہ ہم رسول اللہﷺ کے زمانے میں ایسے کیا کرتے تھے۔

4۔ ایسے اقوال جن میں کسی ایسے شرعی حکم کا تذکرہ ہو جسے معلوم کرنے میں عقل کا دخل نہیں ہے۔

5۔ ایسے اقوال جن پر تمام صحابہ کا اتفاق پایا جائے، انہیں اجماع کا درجہ حاصل ہوگا۔

6۔ ایسے اقوال جو قرآن کی تفسیر یا اسبابِ نزول سے متعلق ہیں۔

مندرجہ بالا تمام اقوال حجت ہیں۔

7۔ ایسا قول جو کسی صحابی کی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہو۔

فقہاء میں ایسے قول کو قبول کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف ہے اور اگر کسی مسئلے میں خود صحابہ میں اختلاف ہو تو جو قول قرآن وسنت سے زیادہ قریب ہو اسے قبول کرلیا جائے گا۔

8۔ وہ قول جس سے صحابی نے خود رجوع کرلیا ہو یا یہ قول رسول اللہﷺ کی وفات کے بعد صحابی سے صادر ہوا ہو اور قرآن وسنت کے خلاف ہو تو وہ قابل حجت نہیں۔

*جہاں تک تابعین کی آراء اور فتووں کا تعلق ہے تو وہ اقوال صحابہ کی طرح حجت نہیں ہیں لیکن اگر کسی مسئلے میں کوئی قول نہ مل رہا ہو تو تابعین کے اقوال سے اس مسئلے کو حل کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔

اس تمہید کے بعد ان ستائیس فروق کی طرف آئیے جن کا شروع میں حوالہ دیا گیا ہے اور پھر دیکھیں کہ مندرجہ بالا معیار کے مطابق وہ کہاں تک قابل قبول ہیں۔

(1) ''عورت تکبیر تحریمہ کے لیے مندرجہ بالا معیار تک ہاتھ اٹھائے۔،،

رسول اللہﷺ سے اکثر تو کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، لیکن بعض احادیث میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر بھی ہے۔ صحابیات میں سے ام درداء الکبری (خیرہ بنت ابی حدردالاسلمیہؓ) کے تذکرہ میں ملتا ہے کہ وہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتی تھیں۔ تابعیات میں سے حفصہ بنت سیرین کا بھی یہی عمل تھا۔

امام شوکانی لکھتے ہیں: اس بارے میں کہ ہاتھ کتنے اٹھائے جائیں، احادیث میں ایسی کوئی بات وارد نہیں ہوئی جس سے رفع الیدین کے مسئلے میں مرد و عورت میں فرق کا پتہ چلے۔

تابعین میں سے عطاء اور حماد نے عورتوں کے لیے اپنی چھاتیوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر کیا ہے۔

اب یہاں ملاحظہ فرمائیے کہ خود حنفی مذہب میں بھی عطاء اور حماد کے قول کو نہیں لیا گیا کیونکہ حدیث میں آثار صحابہ میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانا مروی ہے۔

2۔ ''عورت اپنے ہاتھ آستینوں یا دوپٹے سے باہر نہ نکالے۔،،

اس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

3۔ ''دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے۔،،

چونکہ نماز کی عمومی احادیث میں دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا وارد ہے، اس لیے اس کیفیت کو عورتیں سے خاص کرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔

4۔ ''ہاتھ سینے پر باندھے۔،،

جوحدیث ہاتھوں کے سینے پر باندھنے سے متعلق ہے وہی صحیح حدیث ہے، جس کے راوی وائل بن حجر کی روایت جس میں ہاتھ ناف سے نیچے باندھنے کا تذکرہ ہے۔ وہ ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق کی وجہ سے انتہائی ضعیف حدیث ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ نے وائل بن حجر کی حدیث کو عورتوں کے لیے تسلیم کرلیا تو مردوں کے لیے اسے تسلیم کرنے میں کیا امر مانع ہے جبکہ حدیث میں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں ہے۔

10-5 یہ چھ امور رکوع سے متعلق ہیں، یعنی: ''عورت رکوع میں تھوڑا جھکے، ہاتھوں پر سہارا نہ لے، رکوع میں ہاتھ کی انگلیاں سمیٹ کر رکھے، پھیلانا منع ہے، رکوع میں صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھے، گھٹنے پکڑنا منع ہے، رکوع میں گھٹنوں کو تھوڑا سا جھکائے، رکوع میں سمٹی رہے۔،،

ان تمام جزئیات پر سرے سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ محدث عبدالرزاق نے تابعی عطاء کا یہ قول نقل کیا ہے جب عورت رکوع کرے تو سمٹی رہے (ان تجتمع) اپنے ہاتھ پیٹ تک اٹھائے رکھے اور جتنا ہوسکے سمٹے۔

12-11 اور نمبر 26 یہ تینوں امور سجدے سے متعلق ہیں:

''سجدہ سمٹ کر کرے، بازوؤں کو پہلو سے جدا نہ کرے، (عربی میں اسے تجافی کہا جاتا ہے) سجدوں میں دونوں ہاتھ زمین پر بچھادے، سجدے کی حالت میں پاؤں کی انگلیاں کھڑی نہ رکھے۔،،

سجدے کے بارے میں میں چند آثار وارد ہیں جن کی تفصیل یوں ہے: حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ عورت سجدے میں سمٹی رہے اور اپنی رانوں کو ملا کر رکھے۔

تابعین میں سے ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اپنی رانوں کو ملا کر رکھے اور اپنا پیٹ ان کے ساتھ ملالے اور مرد کی طرح اونچا سجدہ نہ کرے۔

تابعین میں سے مجاہد کہتے ہیں کہ یہ بات مرد کے لیے مکروہ ہے کہ وہ عورت کے مانند اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا کر رکھے۔

تابعین میں سے حسن بصری کہتے ہیں کہ عورت سجدہ میں سمٹی رہے۔

یہ سارے آثار مصنف ابن ابی شیبہ سے لیے گئے ہیں، اس سے ملتے جلتے قول قتادہ، اور عطاء سے منقول ہیں جن کو مصنف عبدالرزاق میں دیکھا جاسکتا ہے۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں پہلے دو آثار ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس باب میں دو ضعیف احادیث وارد ہیں جن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا، اس کے بعد وعطاء بن العجلان کی سند سے حضرت ابوسعید خدری کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں جو تین فقروں پر مشتمل ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(الف) مردوں کی پہلی صفیں بہترین ہیں اور عورتوں کی آخری صفیں بہترین ہیں۔

(ب) آپ مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو پہلو سے پھیلا کر رکھیں (عربی میں لفظ تجافی مراد ہے) اور عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ اپنے سجدوں میں نیچی رہیں۔ اور مردوں کو حکم دیتے تھے کہ تشہد میں بایاں پاؤں سرین پر پھیلائیں اور دائیاں کھڑا رکھیں اور عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ چار زانو (أن یتربعن) ہو کو بیٹھیں۔

(ج) اور پھر کہا : اے عورتو! نماز میں اپنی نظریں اوپر نہ اٹھاؤتاکہ مردوں کے عورت (پوشیدہ اعضاء) پر نظر نہ پڑے۔

امام بیہقی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا پہلا اور آخری فقرہ تو مشہور ہے لیکن بیچ والا فقرہ منکر ہے، (یعنی ایسی حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور پھر کسی ثقہ راوی کی روایت کے خلاف بیان کرے یا وہ حدیث جس کے راوی میں فاش اغلاط یا انتہائی غفلت یا فسق پایا جائے۔)

اس کے بعد امام بیہقی ابو مطیع الحکم بن عبداللہ بلغی کی اسناد سے حضرت ابن عمر کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو دونوں رانوں سے چپکا لے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ ستر (پردہ) ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں : اے فرشتو! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس کی مغفرت کردی۔،،

پھر اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''ابو مطیع اپنی حدیثوں میں انتہائی کمزور واقع ہوئے ہیں، ان کی بیان کی ہوئی روایت پر دوسرا کوئی شاہد بھی نہیں ملتا۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے، اس طرح عطاء بن عجلان بھی ضعیف ہے۔،،

پھر لکھتے ہیں : ''اس بارے میں ایک منقطع حدیث بھی وارد ہے، (یعنی اس کی سند میں ایک یا زائد راوی غائب ہیں) اور وہ ہے سالم بن غیلان کی روایت بروایت یزید تھیں۔ آپ نے کہا : ''جب تم سجدہ کرو تو زمین کے ساتھ اپنے جسم کو چمٹا لیا کرو کیونکہ اس بامیں عورت مرد کی مانند نہیں۔،،

اس روایت کے بارے میں شیخ البانی لکھتے ہیں :

بیہقی کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں صرف انقطاع پایا جاتا ہے لیکن اس کا ایک راوی سالم متروک ہے جیسا کہ صاحب میزان نے سنن دار قطنی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (یہ کلام شیخ البانی کا نہیں ہے بلکہ ابن الترکمانی کا ہے اور شیخ البانی نے ابن الترکمان کا ذکر کرکے اس کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ سالم نامی راوی متروک نہیں ہے بلکہ ''لیس بہ بأس،، ہے اور حدیث میں صرف ایک علت ارسال ہی ہے اور پھر انہوں نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے : (الضعیفہ : 6 163، 164، حدیث 2652) خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اول اول تو رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث اس باب میں منقول نہیں ہے، دوسرے یہ کہ صحابہ وتابعین کے آثار بھی ضعیف ہیں، اس لیے مرد و عورت کے رکوع اور سجدہ میں تفریق کرنا بلا دلیل ہے۔

''عورت تشہد میں دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر سرین پر بیٹھے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر رکھے۔،،

حدیث کی اصطلاح میں دو رکعت کے بعد بیٹھنے کی ہیئت کو افتراش کہا جاتا ہے، یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھنا۔ چار رکعت والی نماز کے آخری تشہد میں احناف کے نزدیک تو افتراش کی حالت میں بیٹھا جاتا ہے لیکن شافعیہ کے نزدیک تورک کرنا چاہیے (یعنی بائیں ٹانگ بچھی رہے اور دائیں ٹانگ کے نیچے سے بایاں پیر نکالا جائے اور آدمی اپنے کولھے پر بیٹھے۔) تورک کرنے کے بارے میں دو واضح احادیث حضرت ابو حمید الساعدی صحیح البخاری، صفۃ الصلاۃ، حدیث : 828، وسنن ابی داوَد، الصلاۃ، حدیث 730)

اور عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہیں، اس لیے تورک سنت ہے۔

جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو مندرجہ ذیل آثار ملاحظہ ہوں :

(1) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو نماز میں چارزانوں ہو کر بیٹھنے کی ہدایت کرتے تھے۔ لیکن شیخ البانی کے بقول یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(2)تابعی مکحول صحابیہ ام ورداء کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی نماز میں مردوں کی مانند بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ عورت تھیں۔

(3)تابعی ابراہیم نخعی کہتے ہیں: عورت نماز میں مرد کی مانند بیٹھے۔

(4)تابعین میں سے قتادہ، حماد اور عامر شعبی کہتے ہیں: ایسے بیٹھے جیسے آسان لگتا ہو۔

(5) عطاء کہتے ہیں: ''مرد جیسے دو رکعت والی نماز میں بیٹھنا ہے عورت ویسے بیٹھے یا اپنی بائیں ٹانگ اپنے کولھے کے نیچے سے نکال کر بیٹھے۔ یہ بھی کہا: جیسے چاہے بیٹھے مگر سمٹ کر بیٹھے۔''

(6) صفیہ بنت ابی عبیدہ دو رکعت یا چار رکعت والی نماز میں چارزانوں ہو کر بیٹھتی تھیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ چارزانوں ہو کر بیٹھنے والی روایت ضعیف ہے۔

ایک صحابیہ اور ایک تابعی کا قول اصل کے مطابق ہے (یعنی مرد اور عورت کے بیٹھنے میں فرق نہیں ہے) اور چند تابعین اس بات کے قائل ہیں کہ جیسا آسان ہو ویسے بیٹھے۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل میں تو مرد اور عورت کے بیٹھنے میں فرق روا نہیں رکھا گیا (یعنی دو رکعت کے بعد حالتِ افتراش اور چار رکعت کے بعد حالت تورک) لیکن اگر کوئی عورت آسانی کی خاطر دوسری طرح بیٹھے تو اس پر نکیر نہیں کرنی چاہیے۔ باقی رہا دائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر رکھنا تو بروایت مصنف عبدالرزاق، نبی ﷺ اپنی بائیں ہتھیلی بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور اپنی دائیں ہتھیلی کی تمام انگلیاں مٹھی کی شکل میں موڑ کر رکھتے تھے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے دائیں اور بائیں ہاتھ کی ہیئت کا فرق معلوم ہوتا ہے، یعنی دائیں ہاتھ کو مٹھی بنا کر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر رکھتے تھے، انگلیوں کو جوڑ کر رکھے یا کھلا رکھے، اس کی تصریح نہیں ہے، نہ مردوں کے لیے نہ عورتوں کے لیے، اس لیے اس ہیئت کو عورتوں کے ساتھ مخصوص کرنا بلا دلیل ہے۔

15) ''نماز میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو مردوں کی طرح سبحان اللہ نہ کہے بلکہ تالی بجائے، یعنی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے۔''

ایسا کرنا سہل بن سعد الساعدی سے مروی حدیث سے ثابت ہے گو اس کا تعلق ہیئت صلاۃ سے نہیں ہے بلکہ یہ ان چیزوں میں داخل ہے جو امام کی غلطی کو ٹوکنے کے لیے بطور حادثہ نماز کے دوران میں کی جاتی ہیں۔

(16) مردوں کی امامت نہ کرے۔''

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لیکن اگر مردوں میں کوئی قاری نہ ہو، جبکہ عورتوں میں قاریہ ہو تو کیا کرے؟

اس بارے میں کوئی حدیث یا اثر صحابی موجود نہیں لیکن تابعین میں سے قتادہ کہتے ہیں: ''اگر مرد قاری نہ ہو اور عورتیں اس کے ساتھ ہوں تو وہ آگے بڑھ کر امامت کرائے، عورت اس کی پیچھے قراءت کرے، جب وہ تکبیر کہے تو عورتیں اس کی تکبیر کے ساتھ رکوع اور سجدہ کریں۔

20-17 ''عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، عورتیں کی جماعت ہو تو وسط میں کھڑی ہو، مردوں کی جماعت میں عورتیں پیچھے کھڑی ہوں۔''

پہلا اور دوسرا جز بلا دلیل ہے جبکہ تیسرا اور چوتھا صحیح ہے۔

احادیث و آثار ملاحظہ ہوں:

(1) بروایت ریطہ : حضرت عائشہؓ عورتوں کی امامت کرتی تھیں اورصف میں ان کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں ۔(الطبقات الکبریٰ الابن سعد: 8 483، ومصنف عبدالرزاق: 3 141، مصنف ابن ابی شیبہ: 2 89، وسنن الدار قطنی: 1 404، وسنن البیھقی: 3 131،)

(2)ام سلمہؓ کی بابت بھی ایسا ہی منقول ہے ۔(مصنف ابن ابی شیبہ 2 88)

(3) رسول اللہﷺ نے ام ورقہ کےلیے ایک مؤذن مقرر کردیا تھا جوان کےلیے اذان دیتا تھا اورانہیں حکم دیا تھاکہ وہ اپنے گھروالوں کوفرض نماز پڑھائیں ۔(سنن ابی داوٗد، باب اقامۃ النساء، حدیث: 592، ومسند احمد: 6 405)

امام کاسانی لکھتے ہیں :

''فی الجملہ عورت کا نماز کی امامت کرنادرست ہے ۔ اگر عورتوں کی امامت کرائے توجائز ہے لیکن ان کے درمیان کھڑی ہو، چونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عورتوں کوعصر کی نماز پڑھائی(حضرت عائشہؓ کا نماز عصر پڑھانے کاتذکرہ مجھے نہیں ملا۔ ہاں مطلقاً ان کا امات کرواناثابت ہے جیسا کہ چند روایات قبل اس کی تخریج گزرچکی ہے ۔ اسی طرح مذکورہ ام سلمہؓ کی آنے والی روایت کی بھی ابھی تخریج گزری ہے ۔) اوران کے درمیان کھڑی ہوئیں اورام سلمہ نے بھی عورتوں کی امامت کرائی اوران کے درمیان کھڑی ہوئیں ۔ اوریہ اس لیے کہ ان کےلیے ستر مطلوب ہے اوراس طرح کرناان کےلیے زیادہ ساتر ہے لیکن ہمارے نزدیک ان کی جماعت مکروہ ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک ان کی جماعت مردوں کی جماعت کی طرح مستحب ہےاوراس بارے میں احادیث بھی مروی ہیں لیکن یہ سب اسلام کے ابتدائی زمانے میں تھا۔ عورتوں میں بھی جوان عورتوں کوجماعت کےلیے جانا جائز نہیں، وہ اس لیے کہ حضرت عمر سے مروی ہے کہ وہ جوان عورتوں کے نکلنے سے روکتےتھے(حضرت عمر کے خواتین کومسجد جانے سے روکنے کے متعلق مجھے کوئی روایت نہیں ملی بلکہ آپ کا یہ روکناثابت نہیں ہے جیسا کہ عنقریب روایت آرہی ہے) اوراس لیے بھی کہ ان کا جماعت کےلیے نکلنا باعث فتنہ ہے اورفتنہ خود حرام ہے اورجوچیز حرام کا باعث ہووہ بھی حرام ہے لیکن بوڑھی عورتوں کاجماعت کےلیے نکلنا جائز ہے ۔،،(بدائع الصنائع: 1 157)

اس ساری عبارت سے حنفیہ اورشافعیہ کااختلاف ظاہر ہوا۔ ایک کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے اوردوسرے کے نزدیک مستحب لیکن درج شدہ احادیث کی روسے عورتوں کی نماز کاجوازثابت ہوتاہے ۔ اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا، پھر منسوخ ہوگیا۔ خود عبداللہ بن عمرؓ اس حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کواللہ کے گھروں سے نہ روکو، وہ مسجد جائیں لیکن بغیر خوشبوکے ۔،،ان کے ایک بیٹے بلال نے کہا: ہم توانہیں ضرور منع کریں گے ۔ توانہوں نے اسے خوب برابھلا کہااور پھر کہا: میں تمہیں بنیﷺ کی باب بیان کرتا ہوں اورتم کہتےہوکہ ہم انہیں منع کریں گے ۔(صحیح البخاری ، صفۃ الصلاۃ ، حدیث: 865، مختصراً وصحیح مسلم ،الصلاۃ، حدیث: 442)

ایک آدمی نے انس بن مالک سے پوچھا: کیا عورتیں رسول اللہﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتی تھیں ؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں !اوراسی لیے تورسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہےاوربدترین صف پہلی صف ہے ۔ مردو کی بہترین صف اگلی صف ہےاور بدترین صف آخری صف ہے ۔،، (مصنف عبدالرزاق 3 148)

جہاں تک حضرت عمر کے فعل کاتعلق ہے توامام زہری بیان کرتے ہیں کہ عاتکہ سے کہا کرتےتھے : اللہ کی قسم !تم جانتی ہوکہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے ۔ انہوں نے کہا: میں اس وقت رکوں گی جب تم مجھے منع کروگے ۔ حضرت عمر نے کہا: میں منع نہیں کرتا۔

راوی کہتے ہیں : حضرت عمر کوجس دن شہید کیا گیا وہ مسجد میں تھیں ۔(مصنف عبدالرزاق: 3 148. یہ سند منقطع ہے کیونکہ زہری کا عاتکہ یا عمرؓ سے سماع ثابت نہیں ہے لیکن حضرت عمرؓ کا باوجود کراہت کے نہ روکناثابت ہے ۔ اس کے متعلق ایک روایت صحیح بخاری(کتاب الجمعہ ، حدیث 900) میں ہے لیکن اس میں حضرت عمرؓ کی بیوی کانام نہیں ہے ۔)

البتہ حضرت عائشہ ؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ آج عورتوں کی حالت دیکھتے تو انہیں باہر نکلنے سے منع کر دیتے۔،،(مسند احمد :6 232،ومصنف ابن ابی شیبہ :2 383،ومصنف عبدالرزاق :3 149،ومسند اسحاق بن راھویہ :2 109)

اس قول سے حضرت عائشہ ؓ کی خواہش کا اظہار ہو رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر عورتیں بن سنور کر آئیں تو یقیناً ان کا نہ صرف مسجدوں میں آنا بلکہ بازاروں میں جانا بھی صحیح نہیں ہو گا، البتہ اگر ڈھیلے ڈھالے لباس میں، باحجاب ہو کر، بغیر خوشبو لگائے آئیں تو انہیں روکنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لیکن کیا یہ عجب تماشا ہے کہ ایک طرفت تو عورتوں کو بربنائے فتنہ مطلق مسجد میں آنے سے روکا جائے لیکن وہی عورت دوکان کے اندر، بلا حجاب سیلزمین کی حیثیت سے کھڑی نظر آئے تو پیشانی پر شکن تک نہ آئے!!

21۔''جمعہ عورت پر فرض نہیں لیکن پڑھ لے تو صحیح ہو گا۔،،

یہ بات صحیح ہے کہ عورتوں پر جمعہ فرض نہیں ہے لیکن اگر پڑھ لے تو بقول عبداللہ بن مسعود، حسن بصری ابراہیم نخعی اور قتادہ وغیرھم جائز ہو گا۔

22۔''عید کی نماز واجب نہیں۔،،

بہتر تھا کہ یہ بھی بتا دیا جاتا کہ عیدین میں ان کا آنا مستحب ہے۔

بخاری ومسلم دونوں ام عطیہ ؓ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں :''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم عیدین میں لڑکیوں اور حائضہ عورتوں کو بھی لائیں تاکہ وہ خیر کے اس کام میں حاضر رہیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک رہیں لیکن حائضہ عورتیں مصلے سے دور رہیں۔،،

اس روایت کو امام ابو حنیفہ سے منسوب مسند احمد امام اعظم (بترتیب صدرالدین موسیٰ بن زکریا حصکفی) میں بھی جگہ ملی ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو عید میں لایا کرتے تھے۔

ابن عباس ؓ کی دوسری روایت ہے کہ میں عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے موقع پر رسول کے ساتھ نکلا۔آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، پھر عورتوں کے پاس آئے،انہیں وعظ ونصیحت کی اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا۔،،

23۔''عورت ایام تشریق میں تکبیر بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتی۔،،

اس جز کا تعلق نماز سے نہیں ہے۔ایام تشریق (11-12-13 ذوالحجہ)(میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھی جاتی ہیں۔عورتیں جیسے عمرہ وحج کے احرام کے دوران تلبیہ دھیمی آواز میں پڑھتی ہیں ویسے ہی انہیں تکبیرات بھی اتنی آواز سے کہنی چاہئیں کہ ایک عورت کہے تو دوسری اسے سن سکے۔

24۔''عورت کو نماز فجر اجالے میں پڑھنا مستحب نہیں۔،،

فجر کی نماز کا اول وقت میں پڑھنا مرد وعورت دونوں کے لیے یکساں ہے۔افضل ہے کہ نماز اول وقت میں پڑھی جائے۔سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں : ہم مومن عورتیں نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں اپنی اوڑھنیوں میں لپٹی ہوئیں، حاضر ہوا کرتی تھیں۔

نماز کے ختم ہونے کے بعد اسی حالت میں اپنے گھر لوٹتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔گویا مسجد میں فجر منہ اندھیرے پڑھی جاتی تھی جس میں مرد وعورت دونوں شامل ہوتے تھے۔

25۔ ''عورت کوجہری نماز میں بلند آواز سے قراءت جائز نہیں، بعض کے نزدیک اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ۔،،

یہ بات بھی بلا دلیل لکھی گئی ہے ۔ عورت یا تو انفرادی نماز پڑھے گی اوریا مردوں کی جماعت کے ساتھ اور پھر عورتوں کی جماعت کے ساتھ ۔

مردوں کی جماعت میں تو مرد ہی قاری ہوگا اوراگر عورتوں کی نماز علیحدہ سے ہورہی ہو توجہری نماز میں بہر صورت عورتوں کی امام عورت قراءت کرے گی اوریہ قراءت صرف عورتوں کےلیے ہوگی، اس لیے اس میں اونچی اور نیچی قراءت کی تفریق بے معنی ہے اوراگر انفرادی نماز پڑھ رہی ہے تو مردوں کی انفرادی نماز کی طرح اسے اختیار ہے، چاہے توجہری قراءت کرے یا سری ۔

26۔ پہلے بیان ہوچکا ہے ۔

27۔ عورت اذان نہ دے اور نہ مسجد میں اعتکاف کرے ۔،،

اس ضمن میں دونوں طرح کے آثار ملتے ہیں ۔

صحابہ میں سے حضرت علی اورتابعین میں سے عطاء، حسن بصری، سلیمان، زہری، مجاہد اورضحاک کہتے ہیں کہ عورتوں کےلیے، اذان اوراقامت دونون مشروع نہیں ہیں ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ :1 222-223 ، مصنف عبدالرزاق (3 127) اس میں جہاں تک سلیمان کے قول کا تعلق ہے تو اس کے بیان میں ڈاکٹر صاحب سے خطا ہوئی ہے ۔ یہ سلیمان کا قول نہیں ہے بلکہ سلیمان حضرت انس کا قول نقل کرتے ہیں کہ ہم ان سے پوچھتے تھے کہ کیا عورتوں پر بھی اذان واقامت ہے تو وہ فرماتے : نہیں !اوراگر وہ اذان واقامت کہہ لیں تو یہ ذکر ہوگا ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ :1 223)

دوسری طرف صحابہ میں سے جابر، ابن عمر اورعائشہ عورتوں کےلیے اذان اوراقامت کے قائل ہیں ،تابعین میں سے طاؤس، کیسان، حفصہ بنت سیرین اورسالم بھی ان کے ہمنواہیں، اس لیے اس امر میں وسعت ہے ۔

جہاں تک اعتکاف کا تعلق ہے تو اعتکاف اصلاً مسجد ہی میں کیا جاتا ہے وانتم عٰکفون فی المساجد

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی بعض بیویوں نے اعتکاف کیا، اوراستحاضہ کی حالت میں تھیں اور بعض اوقات اپنے نیچے بڑا سا برتن رکھتی تھیں ۔

امام شوکانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں : اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مستحاضہ عورت مسجد میں ٹھہر سکتی ہے ،اس کا اعتکاف اور نماز دونوں درست ہیں اوراگر مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی عورت کا اپنی ناپاکی کے ساتھ مسجد میں رہنا جائز ہے اوریہی حکم ہے اس شخص کا جس کا ناپاکی دائم ہو یا جس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو۔

الحمدللہ اس موضوع کی تمام جزئیات کا احاطہ ہوگیا اوریہ بھی ظاہر ہوگیا کہ مذکورہ 27 باتوں میں سے کون سی بربنائے دلیل جائز ہیں اور کون سی بلا دلیل ہیں ۔ واللہ الموفق ۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد11